

ظ۔ن۔ ایوب

ترجمہ:- حمید اختر

سچی سرکار

ظ۔ن۔ ایوب ۱۹۰۹ء میں عراق میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں ایک مدرسہ میں معلم رہے پھر عراقی پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوئے۔ ان کا شمار عراق کے ایہوں کی صف اول میں ہوتا ہے۔ سچی سرکار ان کے ایک ناول ڈاکٹر ابراہیم کا جز ہے، یہ ناول ۱۹۳۶ء میں بغداد میں شائع ہوا تھا۔ اس ناول کے کردار موصل سے قریب ایک قریے سے تعلق رکھتے ہیں۔

نہنہ



سید اسماعیل کے بیٹے سید ابراہیم کو بدترین قسم کا شیطان بھی نقصان پہنچانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

خوف کے مارے میں اپنے والد کی سب سے کم عمر بیوی سے چٹ گیا اور اپنا منہ میں نے اس کے سینے میں چھپا لیا۔ سخت سردی کا موسم تھا اور گھر میں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہ تھا میرے والد یہ کہہ کر اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس چلے گئے تھے کہ وہ گھٹے خبر کے بعد لوٹ آئیں گے اس دوران میں غیر متوقع طور پر بارش شروع ہو گئی اور ہولناک طوفان کی صورت اختیار کر لی۔ طوفان کی چنگھاڑ سے یوں محسوس ہوتا تھا گویا کوئی قیدی اذیت میں مبتلا ہے۔ ہماری ننھی سی جھوپڑی کا دروازہ طوفان کے زور سے تھرا رہا اور پھر تقریباً گھر پھٹ کھل گیا۔

جب تک میرے والد کی سب سے کم عمر بیوی نے مجھے یہ کہہ کر تسلی نہیں دی کہ ”خدا کا برگزیدہ بندہ ابوحسن تمہیں تمام بدیوں سے بچائے گا کیونکہ یہ پورا گاؤں اس کی حفاظت میں ہے۔“ اس وقت تک میرا طفلانہ خوف دور نہیں ہوا اور پھر تمہارے والد پر تو ابوحسن کی خصوصی نظر کرم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے والد کا دل نہ ہوتا تو یہ ہماری خانقاہ آج سرسری زمین کا ٹکڑا ہوتی۔ عام زمین کے کسی ٹکڑے کی طرح کی جس پر لوگ گندگی اور غلاظت پھیلاتے اور اس حقیقت سے بے خبر رہتے کہ اس زمین کے نیچے خدا کے ایک پیچھے ہوئے بزرگ موجود ہیں جو ہمارے لئے دفع شر کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ جب یہ بزرگ تمہارے والد سے خواب میں ملے آئے تو انہیں یہاں رہتے ہوئے چار برس گزر چکے تھے۔ بزرگ نے ان سے کہا: ”یا شیخ اسماعیل! خدا نے تمہیں لوگوں کو میری آخری آرام گاہ سے آگاہ کر دیا اور تمہیں ان کے موجودہ گناہوں کے عذاب سے بچانے کے لئے اس گاؤں میں بھیجا ہے۔ اگرچہ وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں بے خبری میں کرتے ہیں مثلاً ایک دفعہ ایک آدمی نے میری قبر پر پیشاب کر دیا تھا۔ اس وجہ سے

میں نے گاؤں پر خشک سالی مسلط کر دی تھی تاکہ فسیس تباہ اور دودھ خشک ہو جائیں۔“

”اگلے دن تمہارے والد گاؤں کے وسط میں جا کر کھڑے ہو گئے اور بڑی بلند آواز میں سب لوگوں کو اس عذاب اور آئے والی زندگی کے خطرات سے آگاہ کرنے لگے۔ میں نے خود انہیں بازار کے وسط میں کھڑے دیکھا ہے۔ لوگ بڑے تحمل سے ان کے گرد جمع تھے اور وہ پوری آواز سے پکار رہے تھے۔ لے خدا کو ماتے والو تمہارے اس گاؤں میں ایک بزرگ سیر موجود ہیں مگر تم ان سے بالکل بے خبر ہو۔ انہوں نے خواب میں مجھ سے شکایت کی ہے کہ مویشی ان کی قبر پر سے گزرتے ہیں۔ اور ان کی آرام گاہ پر کوئی دعا تک نہیں پڑھتا؟ سب لوگوں نے جتنا کہہ کیا۔“ ہمیں وہ جگہ دکھاؤ؟ ہم وہاں ایک خانقاہ تعمیر کر دیں گے تاکہ ہمیں بدقسمتی سے حفاظت نصیب ہو۔ تمہارے والد نے جواب دیا: آج کی رات میں عبادت میں گزاروں گا تاکہ خداوند تعالیٰ ان بزرگ تک پہنچنے میں ہماری مدد کرے۔“

وہ اس رات پورے گاؤں نے سورج کی پہلی کرن کا انتظار کیا۔ تمہارے والد عبادت کرتے رہے۔ آدھی رات کے وقت وہ کھیتوں کی طرف نکل گئے اور جگہ جگہ رک رک کر یہ کہتے رہے ”خدا کے برتر کے سوا کوئی خدا نہیں اور خدا بڑا عظیم ہے۔ صبح سویرے گاؤں کے سب لوگ ان سے یہ پوچھنے کے لئے آئے کہ بزرگ کے معاملے نے کیا رخ اختیار کیا اور آیا بزرگ تک پہنچے ہیں تمہارے والد کی کوئی رہنمائی ہوئی یا نہیں۔“

تمہارے والد نے با آواز بلند کہا: ”تم میں سے ہر وہ شخص میرے ساتھ آجائے جس کا تعلق آلِ نبی سے ہے۔ تاکہ ہم سب مل کر قبر سے بلند ہٹائیں۔ میں نے وہ جگہ معلوم کر لی ہے۔ لیکن یاد رکھو اگر کوئی ایسا شخص ساتھ آیا جس کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے تعلق نہیں ہے تو وہ اپنی آنکھوں سے سب رنگ دیکھتے

ہاتھ دھوئے گا اور اس کے ہاتھ بے کار ہو جائیں گے۔ آئیے اب ہم دیکھیں کہ یہاں آئی بیج میں سے کون ہے؟

لیکن ہوا یہ کہ پورے گاؤں میں فقط تمہارے والد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے سوا انہیں دیکھتے ہی گاؤں سے سڑک کے قاصدے پر زمین کے ایک قطع تک جانا پڑا۔ وہاں جا کر وہ رکے اور انہوں نے اپنا بیچ اٹھایا اور خزانے بزرگ و برتر کے سوا کوئی خدا نہیں ہے کا ورد کرتے ہوئے زمین کھودنا شروع کر دی۔

چند فٹ گہری زمین کھودنے کے بعد انہوں نے ایک نیزہ ہاتھ میں بلند کیا جو سورج کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ ان کے ہاتھ میں نیزے کے علاوہ ایک سبز رنگ کی چیز سی بھی تھی یہ ایک سلام تھا۔ ان چیزوں کو دیکھ کر پورے مجمع نے خوشی کا ایک نعرہ لگایا جو نہی تمہارے والد نے قبر کے آثار پر غور ہی سی مٹی دوبارہ ڈالی سب لوگ کھیتوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ متبرک آثار کی چکا چوند سے ان کی آنکھیں چند دھیا جائیں گی اور وہ اندھے ہو جائیں گے۔

اس کے کچھ ہی گھنٹے بعد یہ گنبد تعمیر ہو گیا جسے تم اب خاندانہ کے سر پر دیکھ رہے ہو اور اگلے ہی دن ایسے وقت میں جب لوگ اپنی زندگی میں بدش برتنے کا مغر دیکھنے سے تقریباً ایسے ہو چکے تھے پانی برسنا شروع ہو گیا۔ دیا اچھلنے لگے۔

فسیں لگنے لگیں یہ ایک یادگار سال تھا۔ عطیوں اور رحمتوں کی بارش کا سال۔ تمہارے والد اس خاندان کے مجاہد بنے اور ہمارا گاؤں آس پاس کے لوگوں کی زیارت لگا دیا گیا جو اس مقدس بزرگ کے لئے قربانیاں اور نذرانے لاتے تھے ان میں سے ایک شخص نے منت مانی کہ اگر بزرگ اسے ایک چاند سا بیٹا عطا فرمائیں تو وہ اپنی سب سے خوب صورت لڑکی ان سے منسوب کر دے گا۔ اس شخص کی بیوی نے اس وقت تک

مٹی مندر

لڑکیاں ہی پیدا کی تھیں اور اب وہ پھر امید سے تھی۔ اس خاندان میں ایک ڈنٹ گزارنے کے بعد اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اس خوشی میں وہ شخص اپنی خوب صورت ترین لڑکی کو خاندان میں لے آیا اور وہ لڑکی تمہارے والد کی دوسری بیوی بنی۔ تمہاری پیدائش سے ایک برس قبل گاؤں کی آبادی دگنی ہو گئی اور روزانہ نئے نئے لوگ یہاں آکر بسنے لگے حتیٰ کہ یہ اتنا بڑا ہو گیا جتنا بڑا تمہیں اب یہ نظر آتا ہے۔ جب تمہارے والد یہاں آئے اس وقت یہ گاؤں بے آباد صحرا تھا اور زندہ دو میں یہاں مشکل ہی سے نظر آتی تھیں۔

میرے والد کی سب سے کم عمر بیوی نے سلسلہ کلام باری رکھا اور مجھے آدھی رات تک شیخنی یعنی میرے والد کی کرامات سے آگاہ کرتی رہی۔ پھر اس نے دیا بچھا دیا اور مجھے جھونچ کی کے دامد بستر پر لٹا دیا۔ یہاں میں اس سخت بچپن پر اپنے والد کی جگہ ان کی سب سے کم عمر بیوی کے پہلو میں لیٹ گیا اور جہاں میں عزت کی تلاش میں اس کے نرم جسم سے بلی گیر بوند مارا۔ اس کے بازو میرے جسم کو اپنے سینے کے ساتھ دبانے ہوئے غمگین ہوتے رہے یہ موقع تھا جب مجھے پانی باریہ غمگین ہوا کہ میں اس عورت سے جس کا اپنا کوئی بچہ نہیں ہے اپنی ماں سے کہیں زیادہ محبت کرتا ہوں۔

اس زمانے میں الہ دونوں عورتوں کے درمیان اختلاف تھا پیدا ہو گئے اور میرے بھائیوں نے میری مخالفت کرنا شروع کر دی۔ میرے لئے زندہ رہنا مشکل ہو گیا اس لئے میں اس نرم جسم کی زیادہ سے زیادہ پناہ لینے پر مجبور ہو کر یہ سوچتا رہا کہ کاش وہ میری حقیقی ماں ہوتی اگر میرے والد اپنی بیویوں کے درمیان کسی قسم کی تفریق قائم رکھتے تو میں یقیناً اپنی ماں کے مقابلے میں اس عورت کو ترجیح دیتا۔ کیونکہ وہ میری ماں سے زیادہ غلطیوں اور غم پر اس سے زیادہ مہربان تھی۔ مجھے صمیم یاد نہیں کہ اس

گورت سے اس قسم کی محبت اور عقیدت کی وجہ سے مجھے اپنے بھائیوں کی کتنی مدد ملتی اور اپنی ماں کے کتنے سخت کلمات برداشت کرنے پڑے ایک دفعہ ان لوگوں نے میرے خلاف یہ سازش بھی کی کہ چکراب میں کافی بڑا ہو گیا ہوں اور گاؤں میں میری عمر کے تمام لڑکے خوشی سے کام کاج کرتے ہیں۔ اس لئے مجھے کھیتوں میں جا کر کام کرنا چاہئے لیکن اس وقت انہیں میرے والد کے مقابلے میں منہ کی کہانی پڑی۔ یہ مجھے اور صرف مجھے دیکھنا ہے کہ وہ کیا کرتا ہے، اس کا پیٹ بھرنے والا اس کی پردوش کرنے کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔ خود کے فضل سے میں اس قسم کے آدمی و بچہ بچوں کی پردوش کر سکتا ہوں۔ اس لئے تم اس کے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔ انہوں نے کہا تھا اب مجھے اپنے والد کے یہ الفاظ سن کر کس قدر خوشی ہوئی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں ان کی مدد کو بوسہ دینا چاہتا ہوں۔ میرے والد مجھے بہت چاہتے تھے کیوں کہ ایک تو میں سب سے چھوٹا بچہ تھا اور دوسرے میں ان کی سب سے کم عمر بیوی جس کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی بہت محبت کرتا تھا۔ اس طرح ہم تینوں میرے والدین اور والد کی سب سے کم عمر بیوی بڑے ایکے اور والد کی زندگی بسر کرتے رہے۔

میں ابھی آٹھ ہی برس کا تھا جب پہلے پہل میں نے باوردی پولیس والوں کا ایک دستہ دیکھا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب ہمارے گاؤں کی بدنامی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ مسطمت عثمانیہ نے تحقیقات کرنے کا فیصلہ کر دیا تھا۔ ایک انسپٹر اور تین سپاہی ہمارے گاؤں میں بھیج دیئے گئے۔ جب یہ خبر گاؤں میں پہنچی تو اس پاس کے لوگ اس غیر معمولی اعزاز کی وجہ سے بڑے خوش ہوئے، ایسے لوگ جنہیں اپنے تنازعات کا فیصلہ کرانا تھا اور علاقے کے بزم لوگ بھی موقع پر پہنچ گئے۔ میرے والد اپنے بہترین لباس میں ملبوس اس بزم کی رہنمائی کر رہے تھے۔ سبز مٹھے اور سفید ریش کی دھڑ سے وہ بڑے باورج نظر آ رہے تھے۔ جو وہی وہیچے پولیس

کے افسران کے ہاتھ پر بوسہ دینے کے لئے اٹھے میں بھی گاؤں کے دوسرے بچوں کے ہمراہ تالیفوں پر لوٹ رہا تھا۔ تالیفوں کا اہتمام اس قریب کے لئے خاص طور پر کیا گیا تھا اس بزم میں ایک شخص مجھے بڑھاپا نظر آ رہا تھا۔ اس کا لباس میرے والد جیسا تھا بلکہ سفید مٹی، دھڑ ایسے سفید مٹھے اور چمکتی ہوئی سیاہ ریش کی دھڑ سے وہ یقیناً انہیں بھی مات کر رہا تھا۔ اس کے چہرے کی تندی نے مجھے اس کی طرف متوجہ کیا اور والد سے سوال جواب کر رہا تھا۔ مگر گاؤں کے بچوں کو کلام خداوندی کی تفسیر کہاں پڑھتے ہو؟ انہیں نماز پڑھنے کے آداب سے کون آگاہ کرتا ہے؟ والد نے اسے جواب دے کر پریشان کر دیا کہ بچے نماز کے طوطے اپنے والدین سے سیکھتے ہیں اور یہ کہ انہیں پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ انہیں صرف نصیحت کلام یاد کرا دیتے ہیں کیونکہ ان کے بزرگ ابوسن نے انہیں صرف اتنا ہی کہا ہے اور کچھ نہیں ہے۔ اور ابوسن کی ہدایت پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ خشک سالی ہے۔

میرے والد یہ باتیں کر رہے تھے اور گاؤں کا ہر آدمی ان کو بڑے ادب سے دیکھ رہا تھا۔ ان کا حکم ان لوگوں کے لئے صرف آخر کا درجہ رکھتا تھا اس لئے کہ گاؤں کی آدمی زمین انکے حق میں نذر کی جا چکی تھی یہ ساری زمین وقت ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ ایک مکان مرحوم پیر اور ایک والد صاحب کے لئے تعمیر کیا جا چکا تھا یہ بات بڑی واضح تھی کہ سیاہ ریش بزرگ نے صورت حال کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کیونکہ اس نے جڑی تیزی سے جواب دیا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ابوسن بڑے اثر رسوخ بزرگ ہیں ان پر خدا کی رحمت ہو۔ انہوں نے تمہیں اپنی حکمت کا وارث مقرر کیا ہے اور اپنے نام پر بونے کا اختیار دیا ہے۔ میرا پہلا کام تو یہ ہے کہ میں ان کی نصیحت پر جا کر ان کی امان حاصل کروں اور ان کی خدمت میں اپنی عقیدت کا نذرانہ پیش کروں۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ اگر کوئی شخص بدعتی سے ابوسن کی خدمت میں حاضر ہو تو وہ خوش نہیں ہوگا۔ سب رنگ ڈانچ

ہوتے تھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی خواہش کسی کو تمہارا خادم
 اور گاؤں کے بچوں کو دینی تعلیم دینے کے لئے مقرر کرنے کی ہے۔
 میں اسی مقصد کے لئے حاضر ہوا ہوں اور ابو حسن کی نعمتوں کا شکر ادا
 یہ شخص اپنی بات ختم کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے یہ کہتے ہوئے
 بڑی عاجزی سے والد کا ہاتھ چوم لیا۔ "قلانے اپنے بزرگوں اور
 ان بڑے لوگوں کے لئے خادم مقرر کر رکھے ہیں جو راستی پر ہیں۔" مجھے
 اپنے والد کے ماتھے کی تعویذیاں ختم ہوتی نظر آئیں اور انہوں نے کہا
 "بے شک بے شک۔ مگر بزرگ کی رہنمائی حاصل کرتے سے پہلے میں
 گل لہنے رکھوں گا اور ابو حسن کی سرکار سے عرض کروں گا کہ وہ اس
 سلسلے میں اپنا رادے سے مطلع کریں۔"

کچھ لمحے بعد سب لوگ خانقاہ کو جانے کے لئے اٹھے میرے
 والد رہنمائی کے فرائض ادا کر رہے تھے اور سیاہ ریش بزرگ ان
 کے عقب میں چل رہے تھے۔ اس پر اسرار عمارت میں داخل ہوتے
 ہی انہوں نے بزرگ کے اس سبز عمامے کو بوسہ دیا جو اب معتبر سے
 کے اندر لٹک رہا تھا۔ اس کے بعد لاتیم چڑھی گئی اور میرے والد اور
 سفید عمامے والے بزرگ کے سوا باقی سب لوگ وہاں سے رخصت
 ہو گئے۔ میں نے انہیں اس تادی کو قلعہ کے ہاٹ سے پکارے ہوئے
 منہ اس مقدسہ دونوں دن بھر وہیں رہے اور اگلے روز میرے والد
 نے پیر صاحب کی طرف سے قلعہ کو مسجد کا قدمت گزار مقرر کرتے
 کا اعلان کر دیا اور بتایا کہ وہ گاؤں کے بچوں کو قرآن شریف مقدس
 روایات اور دینی فرائض کی تعلیم دے گا۔ یہ خبر سب لوگوں کے
 لئے اطمینان اور مسرت کا باعث بن گئی۔ اگلے ہی روز ہم سب
 بڑے اشتیاق سے قلعہ کو دیکھنے اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ کیا
 کرے گا۔ گھر کی صورت میں پہنچ گئے ہم سب اس کے ہاتھ پر بوسہ
 دے چکے تو اس نے ہم سب کو اپنے اندر گدبٹھایا۔ پھر اس نے ہم
 سب کے ہاتھ میں کتاب کی قسم کی کوئی چیز تنہا دی جس پر سیاہ نشاں
 پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اپنی کتاب کھولنے میں سب سے زیادہ جلد بازی

کی نشاں

کا مظاہرہ کیا۔ کتاب کے اندر مجھے کھڑے کونڈوں کی قسم کی رنگتی ہوئی
 مخلوق نظر آئی۔ ان میں سے بعض جیسے لپٹے ہوئے تھے اور کچھ ایسے بھی
 تھے جو گویا سپرے کھڑے تھے۔ قلانے کہا کہ تو کچھ وہ کرے گا ہم سب
 بھی وہی کچھ کریں گے۔ اب ہم کتاب کا پہلا صفحہ کھولیں گے۔ چنانچہ
 ہم سب نے ایسا ہی کیا۔ اس نے پہلے کھڑے کی طرف اشارہ کرتے
 ہوئے کہا "الف" اس کے بعد اس نے ہمیں بتایا کہ ہم یہ حرف اس
 کے ساتھ ساتھ دہرائیں۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی اور بڑی حیرت اور
 خوشی محسوس کرتے رہے۔ اس سبق پر ہم نے کئی گھنٹے صرف کئے
 اس جہالت میں میں سب سے بہتر تھا لہذا قلعہ پر بہت خوش تھا۔
 رخصت کے بعد قلانے میرے والد کی موجودگی میں مجھ سے
 حروف ابجد دہرائے کہے لئے کہا اور میں نے یہ حروف بڑے مزے سے
 دہرائے۔ قلعہ اپنا کرم کرے۔ میرے والد نے بڑے فخر سے میری
 پیٹھ پیچھا تے ہوئے کہا: "یہ ابو حسن کا معجزہ ہے۔" مجھے خواب میں
 بشارت ملی ہے کہ یہ بچہ بڑا آدمی بنے والا ہے اور یہ یقیناً خدا کے دین
 کو چار چاند لگائے گا۔ یہ ابو حسن کے پرچم کو سر بلند کرے گا؟ یہ خبر ملید
 ہی تمام گاؤں میں پھیل گئی اور میری ماں بھی یہ سن کر چھوٹے نہ سہاتی
 تھی۔ اس روز میرے بھائیوں کو بھی مجھے ناواقف کرنے کی جرأت نہ
 ہوئی۔ زندگی میں ایک بار پھر مجھے وہ اطمینان نصیب ہوا جو مجھے اس
 قدر عزیز تھا۔

ایک روز کمیل کے مکان میں مجھے ایک لڑکے کی یہ بات
 سنائی دی کہ ہاشم بھی یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس نے جو حروف
 ابجد آخر تک اذکر کر لئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہاشم نے مجھ سے بھی
 زیادہ تیزی سے حروف یاد کر لئے تھے۔ وہ پورا سبق شروٹ سے آخر
 تک بغیر کسی دقت کے چڑھ لیتا تھا۔ اس لڑکے کی بات سن کر میرا پارہ
 پڑھ گیا اور میں چیخا ہوا اپنے والد کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے میری
 سرگزشت سننے کے بعد مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا: "اسے شیطان
 نے سب کچھ سکھایا ہو گا تا کہ وہ ابو حسن کے غضب کا شکار ہو۔ قلعہ

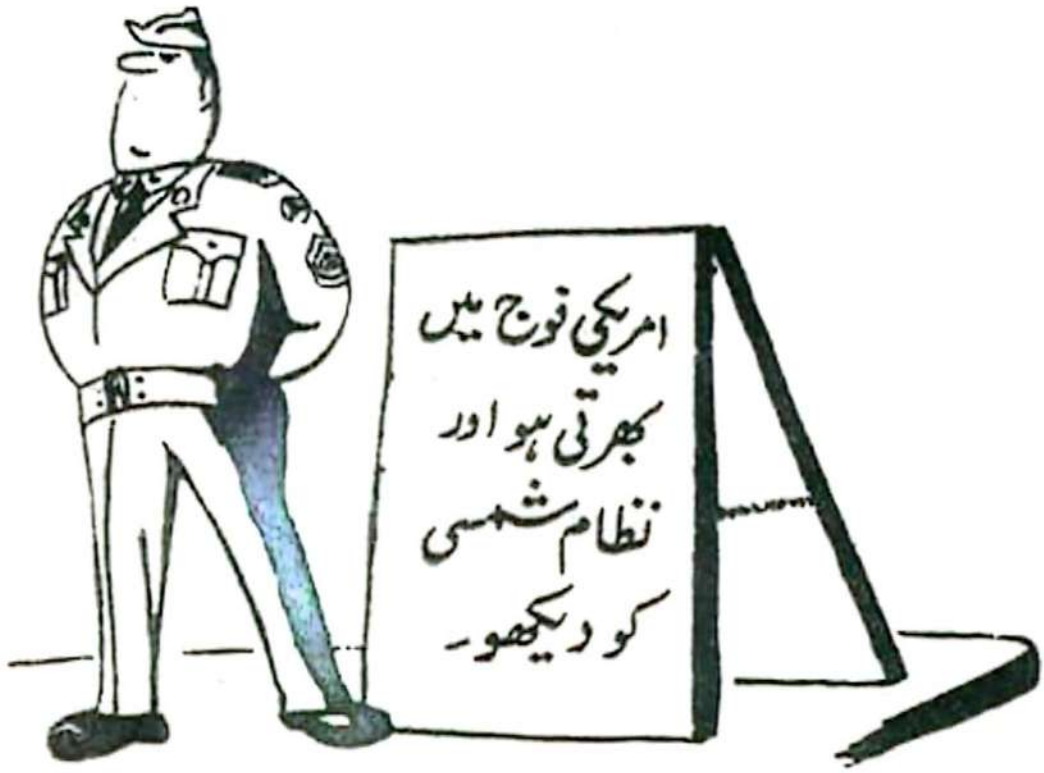
کو ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان کس طرح ان بچوں کو اپنے جال میں پھانس رہا ہے۔

اگلے روز میں نے ملا کے پاس ایک بڑی سی چھڑی دیکھی، مجھے اپنے پاس بٹھا کر اس نے میرے ننھے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "شیطان نے تم میں سے بعض کے دلوں میں اپنا سکھ بنا لیا ہے اور وہ تمہیں بزرگ پیر کے دشمنوں کی طرف لے جا رہا ہے۔ اب جیسے بھی میں چھڑی سے ماروں اسے پکارنا چاہیے کہ "خدا مجھے شیطان سے محفوظ رکھے۔" اس نے ہاشم ہی سے ابتداء کی حالانکہ وہ اپنا سبق مجھ سے بہتر طریقے سے سنا سکتا تھا۔ ساتھ ہی وہ اسے سخت سست بھی کہتا جاتا تھا اور وہ بے چارہ "خدا مجھے شیطان سے محفوظ رکھے" کا فقرہ دہراتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس کے بعد وہ دوسرے لڑکوں کی طرف بڑھا۔ شیطان کے اخراج کے کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کہا: "یہ بات ہمیشہ کے لئے یاد رکھو کہ اگر تم میں سے کوئی لڑکا شیخ اسماعیل کے لڑکے سے پہلے سبق یاد کر لیتا ہے تو مجھ کو کہ اسے شیطان نے سکھایا ہے اور وہ ہمارے بزرگ کی مدح کو پریشان کرنے کے واسطے ہے۔ اس دن کے بعد کسی لڑکے کو اپنے سبق کے سسے میں کبھی غامض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اگر کبھی کوئی شیطان کے واسطے سے مجھ سے پہلے سبق یاد کر بھی لیتا تو وہ اس بات کا اہتمام ضرور کر لیتا کہ اس سے ایک غلطیاں سرزد ہو جائیں۔ ملا صاحب کے مولابخش اندد زخ کی آگ کی دیر سے ایسے موقع پر وہ پہلا ہرگز نہ غلطیاں اتفاقاً ہوئی ہیں۔

پہلے سال کے اختتام تک ہم نے قرآن شریف کے کچھ حصے یاد کر لئے تھے تین برس بعد ملا نے اعلان کیا کہ میں نے قرآن پاک ختم کر لیا ہے۔ اس نے دسم کے مطابق نذر طلب کی تقریب میں حصہ لینے کے لئے لوگوں کو مدعو کیا گیا، مجھے یاد ہے کہ گاؤں کے بچے اپنے

بہترین لباسوں میں جکوس ہو کر وہاں پہنچے، ملا نے انہیں قطار میں کھڑا کر لیا اور غلام سبزی پریمپوں کے درمیان ٹھوہول کی نال کے ساتھ دعا پڑھتا ہوا سب سے آگے کھڑا ہوا۔ بچے بھی اس دعائیں مثال ہو گئے میں بھی سفید پٹا باندھے ہوئے ملا کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ یہ پٹا جس پر سترہ کا نم کیا ہوا تھا خاص طور سے مومل سے منگوا لیا گیا تھا۔ گاؤں کا ایک پکڑ پورا کرنے کے بعد سب لوگ میری والدہ کے گھر کے نزدیک پہنچ گئے۔ وہاں میرے بھائی ایک موٹا نازہ دنبہ لٹے پر منتظر کھڑے تھے جسے انہوں نے ذبح کر کے میرے قدموں میں ڈال دیا۔ اندر پہنچے پر ہمیں شربت کا ایک ایک گلاس پلا لیا گیا۔ اس کے بعد میرے والد اٹھے اور انہوں نے نقدی سے بھری ہوئی تھیلی ملا کے ہاتھ میں پکڑا دی، بچوں میں تقاضا تقسیم کئے گئے۔ انہوں نے خوب کھایا پیا اور اس میں منتشر ہو گئے۔

اس روز پہلی بار والدہ اور ان کی سب سے نوکر مونی بڑی مسرور نظر آ رہی تھی وہ بڑے الینان سے ساتھ ساتھ بیٹھے میرے اس کانامے پر فخر کر رہے تھے۔ چھپی ہوئی نفرتیں اور رقابتیں ختم ہو گئی تھیں، دلوں سے تمام کدورتیں وحل چکی تھیں۔ میری ماں والدہ کی سب سے کم عمر بیوی کو خوش کرنے کی انتہائی کوشش کر رہی تھی اور وہ بھی اسے خوش کرنے کے لئے اس کی خوشامد تک کرنے کو تیار تھی۔ میرے بڑے بھائی نے مذاقاً والد سے کہا: "یہ لڑکا آپ کا ہاشمیں اور سچی سرکار کا خادم ہو گا۔" والد نے سر ہلاتے ہوئے کہا: "یہ تو اس سے بھی بڑے کارنامے سر انجام دے گا۔ ہمارا گاؤں اس کے شانہ شانہ نہیں ہے۔ وہ بڑے بڑے شہروں میں قبلے گا اور بڑی غلطی شخصیت بنے گا۔ مقدس بزرگ کی سرکار سے مجھے یہی بشارت دی گئی ہے۔ بزرگ نے میری جائیداد کے لئے ابومین کو منتخب کیا ہے۔ یہ ابومین میرا تیسرا بھائی اور والد کی تیسری بیوی کا لڑکا تھا۔ یہ بھول لڑا بڑھتے سے زیادہ روزے رکھنے اور عبادت کرنے میں تیز تھا۔ اس نے وہ تمام آئیتیں اور خطبے یاد کر لئے تھے جو میرے والد با علم پڑھتے تھے۔ سب رنگ کی انیس



اس کے علاوہ خانقاہ کی تقریبات اور معاملات درست کرنے میں ملحق ہو گیا تھا۔ البتہ وہ ملا سے سبق لیتے کسی نہیں گیا کیوں کہ اس کا خیال تھا اس طرح اس کی وقعت ہماری نظروں میں کم ہو جائے گی۔

مجھے اپنے والد کی اس بات پر بڑی خوشی ہوئی کیوں کہ مجھے ان شہروں میں جا کر رہنے کا بڑا شوق تھا جس کی باتیں کاشت کاروں کی بات کرتے رہتے تھے۔ شہروں کی کارواں سڑکیں بڑے بڑے کلال خانے، بی بی میسرین اور ڈھکے ہوئے بازار جہاں انسان آدھ گھٹنے تک سوچ دیکھے بغیر چلتا رہتا ہے اور پھر کھانے پینے کی چیزوں کی بہتات۔

آخر یہ سب چیزیں دیکھنے ہی تعلق لیتی ہیں۔

آخر کار میں کالج پہنچ گیا اور میں نے تھری یا دہریں کالج کی زندگی میں گزار دیئے لیکن میرے لئے یہ وقت بڑا کشش تھا اس لئے کہ وہاں کے ماحول میں میرے مذہبی جذبات کو جو بچپن سے میرے ذہن میں پختہ ہو چکے تھے روزانہ ٹھیس پہنچتی تھی۔ میرے بنیادی مذہبی عقائد متزلزل ہو رہے تھے اور اندر اندر عقیدے اور نئی سائنسی حقیقتوں کے درمیان تکرار دست جنگ جاری تھی۔ یہ نئی حقیقتیں اپنے راستے

سے ہر شے کو ہٹا رہی تھیں اور میرے دماغ سے پرانی بیویوں کے تمام قصے کہانیاں نکلے جا رہے تھے اور مجھے اکثر یوں محسوس ہوتا گیا میری زندگی کا ایک حصہ مجھ سے الگ کیا جا رہا ہے۔ یہ میرے لئے انتہائی روحانی اذیت کا زمانہ تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر میری پرورش ان بے معنی قصے کہانیوں کی بجائے صحیح فہم کے مذہبی ماحول میں ہوئی ہوتی تو یہ تضاد ہرگز نمایاں نہ ہوتا۔ اس لئے کہ مذہبی حقیقتیں اور کتاب خداوندی کی روح ہرگز سائنسی حقیقتوں سے متضاد نہیں ہوتی۔ لیکن جب شروع ہی سے مذہبی عقائد کی بنیاد مشکوک اور بے معنی قصے کہانیوں پر استوار کی گئی ہو تو انسان کے شعور کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ان کا مسترد کیا جانا قطعی ہے اور اس طرح بعض اوقات صحیح مذہبی عقیدے کی بنیاد ہی متزلزل ہو جاتی ہے۔

یہ سارا زمانہ میں نے یقین اور شک کی کشمکش میں گزارا اور قسم قسم کے وحشت انگیز خیالات اس زمرے میں مسلسل گئے۔ پریشان کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دن ایسا بھی آیا جب مجھے محسوس

ہوا کہ میرے دل سے اپنے گھر کی خانقاہ اور اس میں آرام کر نیوالے
خدا کے برگزیدہ بندے کا احترام ختم ہو رہا ہے۔ میں گاؤں کو
واپس جا رہا تھا کہ یکایک یہ بزرگ اپنے گنبدِ مقبرے اور
اس کی مضحکہ خیز آرائش سمیت ایک بتی کی طرح نظر آئے جو حمد
کرتے وقت شیر کی طرح نظر آنے کی کوشش کرتی ہے اس کے
باوجود جب یہ پراسرار پناہ گاہ میری نظر کے سامنے آئی تو مجھے
اس کی طاقت کا احساس ہوا۔ اس کی عظمت کا سکہ اسی طرح قائم
تھا۔ اس جانی پہچانی جگہ کے سامنے ظلم کا چراغ نہیں مل سکتا تھا۔
یونہی میں رہاں پہنچا تو کسی ان جانی طاقت نے گھر مانے سے پیشتر
ہی مجھے اس سچی سرکاری طرف جانے کے لئے مجبور کر دیا۔ خانقاہ
میں داخل ہوتے ہی میں نے اپنے تئیں مقبرے پر پڑے ہوئے
نماے کو پڑتے اور سوردہ فاتحہ پڑھتے ہوئے محسوس کیا اور جب
میں دہاں سے نکلا تو دیہاتیوں کے تعجب، تلا کی پریشانی اور والد
کی خوشی کی انتہاء تھی۔ دراصل اس طرح میں نے ثابت کر دیا تھا
کہ تلا کے اندیشے کے مطابق شہر اور کالج نے میرا ایمان متزلزل
نہیں کیا تھا۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس وقت تک میرے
شہادتِ دہدہ ہو چکے تھے حقیقت یہ ہے کہ میرے ٹھکوک زیادہ
بڑھ چکے تھے، مجھے مقبرے میں یہ معلوم کرنے کے لئے دوبارہ جانا
پڑا کہ شاید اس طرح مجھے اپنے شہادتِ دہدہ کرنے یا ان کی تصدیق
کرنے کے لئے وہیں کچھ نظر آجائے۔ کافی دیر تک میں خانقاہ
کے ارد گرد گھومتا رہا۔ اچانک مجھے وہ نیزہ نظر آگیا جس کے
متعلق میرے والد کا کہنا تھا کہ یہ مرحوم بزرگ کی نشانی ہے۔
وہ سبز عمامہ بھی جس پر خون کے دھبے نظر آ رہے تھے سامنے
پڑا تھا جسے پہن کر بقول میرے والد بزرگ مرحوم نے اسی علاقے
میں سچے دین کے فروغ کے لئے کافروں کا مقابلہ کیا تھا۔ نیزہ
بڑا فرسودہ اور زکار رفتہ نظر آ رہا تھا اور عمامہ اس میں برس بڑا

اپنے اصل رنگ کو کھو چکا تھا۔ اپنے علم کی وجہ سے
مجھے اس بارے میں بڑا تعجب ہوا کہ اگر واقعی یہ نیزہ اور عمامہ
سالہا سال سے زمین کے اندر پڑا ہوا تھا تو آخر اس دوران میں
ان کی صورتیں مسخ کیوں نہ ہو گئیں! آخر یہ کس طرح ممکن
ہے کہ جب میرے والد کو یہ چیزیں ملیں اس وقت تمام کارنگ
چمکتا ہوا سبز اور نیزہ بڑا صاف ہوا اگر یہ چیزیں زمین کے اندر مل
حالت میں رہ سکتی ہیں تو بزرگ نے زمین سے برآمد ہونے کے بعد
ان کی صورتیں بگڑنے کی اجازت کیوں دی۔ پھر مجھے یاد آیا کہ بزرگ
کی ٹہیاں بھی میرے والد کے سوا کسی دوسرے نے نہ دیکھی تھیں کیونکہ
دوسرے لوگ ان کے فکودہ اور چمک دمک کی وضعت سے آنکھوں سے
عروم ہونے کے خطرے سے دوچار تھے میرا عقیدہ پھر متزلزل ہوا
اور شیطانی خیالات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے مجھے ایک
دفعہ پھر لالچ پڑھنے کی ضرورت پڑی۔ میں نے مقبرے میں سونے
کا فیصلہ کر لیا تاکہ وہاں میں خانقاہ میں آرام کرنے والے بزرگ
ہی سے رہنمائی کی بھیجک مانگوں اس مقصد کے لئے میں نے
جمعہ کی رات مقرر کی۔ میں نے اپنے ارادے کا حسن اس لئے کسی
سے ذکر نہیں کیا کہ کہیں اس کے پیچھے میرے پیچھے ہوئے فکوک کا
کسی کو پتہ نہ چل جائے، اس رات عشاء کی تاز کے بعد میں چپ
چاپ مقبرے کی طرف روانہ ہوا، لاستہ بالکل سناں تھا۔
اور رات گہری تاریکی میں لپٹی ہوئی تھی۔ خانقاہ رات کے اس
خوفناک پیریدار کی طرح نقر آ رہی تھی جو دہاں رہنے والوں
کے اطمینان اور خاموشی کے لئے ہر قسم کے خطرے کو مار بھگاتے
کے لئے تیار کھڑا ہو۔

میں خانقاہ کے دروازے میں داخل ہو رہا تھا کہ مجھے
کہیں سے کانا پھوسی کی آواز سنائی دی۔ کیا بزرگ میرا انتظار کر رہے
ہیں! خوف کی ایک لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ میں نے واپس جانے
کا ارادہ کیا لیکن فوراً بعد اس آواز کی طرف بڑھنے کی کوشش کرنے
سب رنگ ڈرائی

گلا۔ آواز اس کمرے کی کھڑکی سے آرہی تھی۔ جس میں میرا بھائی
 غناقاہ کی حفاظت کے خیال سے سویا کرنا تھا۔ کھڑکی کے قریب
 پہنچنے پر میں نے اپنے بھائی کی آواز پہچان لی۔ آواز بڑی صاف
 تھی، میں نے یہ کہتے ہوئے سنا: ”سدا میری جان تم مجھے ملنے نہ
 دو اور میری آنکھوں کو اپنی محرومی انگلیوں سے خود بند نہ کرو تو میں
 سو نہیں سکتا۔“ اس کے جواب میں مجھے سدا کی آواز
 سنائی دی: ”اے ابوسمیع! مجھے قسم ہے اس بزرگ کی کہ اگر مجھے
 مجرور کا ڈرنہ ہو تو میں پانڈی راتوں میں بھی اسی طرح تم سے ملنے
 آئی کیا کروں؟“

”مقدس بزرگ ہماری حفاظت کرے گا۔ اس لئے تمہیں
 رنے کی کوئی ضرورت نہیں: میرے بھائی نے کہا لیکن سدا نے
 جواب دیا: ”مجھے صرف تمہارا ڈرنہ ہے۔ میرا خاوند بڑا سخت آدمی
 ہے، وہ مجھ سے عبت کرتا ہے لیکن اس بزرگ کے لئے اس کے
 دل میں قطعاً کوئی احترام نہیں ہے اگر اسے پتا چل گیا کہ ہم یہاں
 ایسے ملاقات کرتے ہیں تو شاید وہ تمہیں زندہ بھی نہ چھوڑے“ اس
 فقرے سے گھٹنگو کے بدن مجھے ان کی بوسہ بازی اور دہائی ہوئی آنکھوں
 کی آوازیں آئیں، مجھے اپنے کانوں پر اعتبار نہیں تھا اور میں سوچ رہا
 تھا کہ یہ سب کچھ شیطان کا کیا دھڑلہ ہے۔ پھر مجھے خیال ہوا کہ اس
 معاملے میں مجھے دخل اندازی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس سے بدنامی
 کا ڈرنہ ہے، میں مقبرے میں بزرگ کے پاس یہ فریاد لے کر پہنچا کہ وہ
 میری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیں۔“

ابستہ میں نے مقبرے کا دروازہ کھولا اور مجھے عروس
 ہوا کہ اس مقام کا تقدس مجھے اپنی پناہ میں لے رہا ہے۔ کمرے کے
 سطح میں پرشکوہ مزار نظر آ رہا تھا۔ دیے کی لہرائی ہوئی روشنی میں مزار
 کے سامنے فرش پر رقص کر رہے تھے۔ مجھے خزانوں کی نرم سی آواز
 سنائی دی جو میرے آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ زیادہ ہوتی گئی۔ میں
 نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے ارد گرد

دکھیا تو پتا چلا کہ میرے والد مقبرے کے آخری کونے میں ایک چٹائی
 پر لیٹے ہوئے ہیں انہیں بنگانے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لئے میں
 نے اپنی جانناڑ بچھا دی اور وہ سب دعائیں پڑھنا شروع کر دیں
 جو مجھے یاد تھیں۔ اس طرح تقریباً ایک گھنٹا گزر گیا اور آنکھیں خند
 سے لہلہ ہو گئیں مزار پر پڑی ہوئی چیزوں کو میں نے بار بار بوسہ دیا
 اور اس طرح خدا کے اس برگزیدہ بندے سے بار بار رہنمائی اور
 نیکی طلب کی۔

اس کے بعد میں بھی مرطوب اور تیلے فرش پر چٹائی بچھا
 کر اپنی ٹانگوں کو آرام پہنچانے کے لئے دلاز ہو گیا میرا سر اپنے بازو
 پر رکھا ہوا تھا اور میرا خیال اپنے بھائی کی طرف تھا جو سدا کے
 بازوؤں میں پڑا بزرگ کے قریب ہی میں اس سے چوا چاٹی کر رہا تھا۔
 حیرت اس بات پر تھی کہ بزرگ نے میرے اس بھائی کی گردن کیوں
 نہیں مروڑ دی۔ میں نے اسکول کے بچوں سے عیسائی راہبوں کے
 بارے میں اس قسم کی بہت سی کہانیاں سن رکھی تھیں۔ میں یہ قسے
 سن کر بڑا خوش ہوتا تھا کیوں کہ ان کی پوٹ تو حید کے منکروں
 اور سچے مذہب کے دشمنوں پر پڑتی تھی لیکن یہاں میرا اپنا بھائی
 قرآن شریف کی روایت کے مطابق ”دو ہی قدم کے فاصلے پر“
 یہ سب کچھ کر رہا تھا کیا اسے اس کی سزا ملے گی؟ مجھے خیال ہوا کہ
 یہ عظیم بزرگ اپنے مرقد سے اٹھے گا اور اپنے نیزہ کی مدد سے ان
 بدکار خداؤں کو کیڑا کر دے گا۔

میں یہ سب باتیں سوچ رہا تھا کہ ایک معمولی سی آواز
 نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ مزار پر مجھے ایک کامیاب سا یہ بلند تھا
 ہوا نظر آیا۔ خوف کے مارے میرا خون نسوں میں جم گیا میں نے سوچا
 کہ میرا خواب پورا ہو رہا ہے۔ میں بالکل ساکت و صامت پڑا
 اس سانس کی طرف دیکھتا رہا۔ سچی کہ مجھ میں سانس تک لیتے
 کی ہمت نہ تھی۔ سانس کے ہاتھ اس کے جسم کے درمیان تھے کی
 طرف بڑھے۔ پھر وہ بیٹھ گیا اور اس نے اپنے ہاتھوں سے تھوڑی

سی زمین کھودی جہاں پانی کی دھار پڑنے لگی۔ خاموشی میں آواز بڑی صاف تھی۔ پھر اس نے اس سوراخ میں دوبارہ مٹی ڈال دی جس میں ابھی اس نے اپنی ایک قدرتی عمارت کو پورا کیا تھا۔ وہاں سے واپس آکر وہ پھر دروازہ ہو گیا اور خزاؤں کی جو آواز بند ہو گئی تھی وہ پھر آنے لگی۔

آہستہ آہستہ میرا حقیقت پسندانہ شعور جس پر خوف غالب آ گیا تھا واپس آ گیا مجھے سخت حیرت تھی کہ اس عظیم ہستی کے مزار کے برابر گنگا پھیلائے کی برأت میرے والد کو کیسے ہوئی ایسی ہستی جو لوگوں کو نظر سے محروم کرنے اور ان کی گردنیں توڑنے کی طاقت رکھتی ہے۔ اس کے بعد میرا ذہنی انتشار ختم ہو گیا اور میرے شبہات یقین میں تبدیل ہو گئے یہ سوچ کر مجھے ہنسی آگئی۔ کہ آخری دہائیوں اور میری عقیدت مندی رائیگاں نہیں گئی کیونکہ بزرگ خرم نے میری دھاڑوں کا جواب دیا تھا اور جو کچھ میں دیکھ چکا تھا اس کے بعد یقیناً میرے شکوک دور ہو گئے تھے۔

یہ یقین کرنے کے بعد کہ میرے والد سوسہ ہیں میں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ وہاں سے نکلتے وقت میں نے ستاروں کی روشنی میں ایک عورت کی شبیہ دیکھی جو میرے سامنے سرک گئی تھی۔ گھر پہنچا تو میں نے اپنی والدہ کو بے تابی سے اپنا منتظر پایا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے رات بھر سہی سرکار کے قدموں میں بسر کرنے کا پورا پروگرام بنایا تھا۔ پھر میں نے اس سے عباس کی بیوی سعدہ کے بارے میں پوچھا اور یہ بھی پوچھا کہ وہ خانقاہ کس لئے جاتی ہے اس نے بتایا کہ سعدہ کے ہاں گزشتہ سات برس سے کوئی بچہ نہیں ہوا تھا۔ میرے بھائی نے اس سے کہا تھا کہ وہ اندھیری راتوں میں ہر ماہ ایک ہفتے کے لئے مزار کے پاس سویا کرے۔ میں نے والدہ سے کہا کہ مجھے یقین ہے خدا جلد ہی سعدہ کو پانچ سالہ لڑکا دے گا۔

سجڑوں کی اس رات کے بعد اگلی صبح کو میں پھر مزار پر گیا

اس وقت میرے قدم بڑے اعتماد سے اٹھ رہے تھے۔ میرے ہونٹوں پر ایک تجربہ کارانہ مسکراہٹ تھی۔ اپنے والد کے ہاتھ اور مزار کے مقدس آثار کو بوسہ دینے کے بعد میں نے والد کے متوحش چہرے پر نظر جمادیا۔ میری نظر میں ایسا احترام اور ایسا احترام تھا جو اس سے پہلے والد کے لئے کبھی میرے دل میں نہیں تھا۔ یہ حقیقت مجھ پر ملکوت ہو چکی تھی کہ وہ اندھرتا وہی وہ بزرگ ہیں جو یہاں کے لوگوں کے ذہنوں پر حکمران اور ان کی روحوں کو بڑے ہوئے ہیں اور جس کے تصرف سے ان کے ذرائع روزگار بھی محفوظ نہیں ہیں، اپنے علاقے میں یہ شخص سلطان کی حکومت سے زیادہ طاقتور تھا۔ اب وہ مجھے ایک عقیدت مند پیاری سے زیادہ دلونا کے روپ میں نظر آ رہا تھا۔

جب شائقین زیارت اور عقیدت مند آئے گئے تو میں نے قرآن شریف کی تلاوت شروع کر دی اور اس وقت تک میں گھس رہا سیب تک یہ جگہ زائرین کے ہجوم سے خالی نہ ہو گئی پھر میں نے نیزہ اٹھایا اور اس کی ہر دیکھنے لگا۔ کافی محنت کے بعد مجھے اس مقدس کامیابی ہوئی۔ وسط میں کہیں وہ عبارت درج تھی جس سے پتا چلتا تھا کہ یہ نیزہ مازندران کا بنا ہوا ہے۔ اس کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ وہ سبز لہجہ بھی وہیں کا بنا ہوا ہے۔ میں بڑے زور سے ہنسا اور پھر مزار پر جا کر میں نے عاجزی سے کہا۔ ”اے عظیم بزرگ! جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ اگر گاؤں والوں کو بھی معلوم ہو جائے تو وہ پیدا ہو کر میرے والد کا سچا پکریں گے اور اپنا مال اور اپنی اٹاک واپس مانگیں گے۔ تمہاری ہمت اور رحمت شامل حال نہ ہوتی تو میں اور میرا پورا خاندان درویشوں کی طرح بے مال مانگ کر گزارہ کرنے پر مجبور ہوتے جس طرح ایک زمانے میں میرے والد کرتے رہے ہیں اور اس صدمت میں سب یہ ہیں اور میرے بھائی صدمہ سے وجود ہی میں نہ آئے ہوتے۔

میرا نا بھئی اور بچپن کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔

سب رنگ لڑا بھٹ